سورۃ المطففین

آیاتہا ۳۶ ۔ ۸۳ سورۃ المطففین مکیۃ ۸۶ ۔ رکوعہا ۱

حضرت ابن مسعود، ضحاک اور مقاتل کے قول کے مطابق یہ مکی ہے(1) اور حضرت حسن بصری اور عکرمہ کے قول کے مطابق مدنی ہے۔ اس کی چھتیس آیات ہیں۔

مقاتل نے کہا: یہ پہلی سورت ہے جو مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔ حضرت ابن عباس اور قتادہ نے کہا: آٹھ آیات کے علاوہ یہ مدنی ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا سے آخر تک آیات مکی ہیں۔ کلبی اور حضرت جابر بن زید نے کہا: یہ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان نازل ہوئی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان، ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ ۝۱ الَّذِیْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ یَسْتَوْفُوْنَ ۝۲ وَ اِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ یُخْسِرُوْنَ ۝۳

"بربادی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے، جب وہ لوگوں سے ناپ تول کرتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں، اور جب لوگوں کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو (ان کو) نقصان پہنچاتے ہیں"۔

اس میں چار مسائل ہیں:

آیت کا شان نزول

مسئلہ نمبر1۔ امام نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ آئے تو وہ بہت ہی برا کیل کرنے والے لوگ تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان آیات کو نازل فرمایا تو انہوں نے اپنے کیل کو اچھا کر لیا(2)۔ فراء نے کہا: وہ آج تک سب سے اچھا کیل کرنے والے تھے(3)۔ حضرت ابن عباس سے بھی اسی طرح مروی ہے کہا: یہ وہ پہلی سورت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت نازل ہوئی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ پہنچے۔ یہ انہیں کے بارے میں حکم ہے جب وہ خریدتے تو راجح کیل کے ساتھ لیتے جب وہ بیچتے تو کیل اور وزن میں کمی کرتے جب یہ سورت نازل ہوئی

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 225

2۔ معالم التنزیل، جلد 5، صفحہ 534۔ سنن ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب التوقی فی الکیل والوزن، حدیث نمبر 2213، ضیاء القرآن پبلی کیشنز

3۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 225

تو وہ رک گئے۔ وہ آج تک تمام لوگوں سے اچھے کیل کرنے والے ہیں۔ کچھ لوگوں نے کہا: یہ ایک آدمی کے بارے میں آیات نازل ہوئیں جو ابوجہینہ کے نام سے معروف تھا(1) اس کا نام عمرو تھا اس کے دو صاع تھے وہ ایک صاع سے لیتا اور دوسرے صاع سے دیتا؛ یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

ویل سے کیا مراد ہے؟

مسئلہ نمبر 2۔ وَيْلٌ یعنی آخرت میں سخت عذاب ہوگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ جہنم میں ایک وادی ہے جس میں جہنمیوں کی پیپ بہے گی یعنی وہ لوگ جو اپنے کیل اور وزن میں کمی کرتے ہیں ان کے لیے یہ عذاب ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مطفف سے مراد وہ شخص ہے جو ایسا آدمی اجرت پر لاتا ہے جس کے بارے میں اسے علم ہے کہ وہ کیل میں ظلم کرے گا تو اس مزدور کا گناہ بھی اس پر ہوگا۔ دوسرے علماء نے کہا: تطفیف، کیل، وزن، وضو، نماز اور حدیث میں ہوتی ہے۔ موطا میں امام مالک نے ارشاد فرمایا: ہر شئی میں وفا اور تطفیف ہے۔ سالم بن ابی جعد سے مروی ہے کہ نماز کا بھی معیار ہے جو اس کے حقوق پورے کرے(2) وہ اس کے حق میں ہے اور جس نے کمی کی تو تم جان لو جو اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں ارشاد فرمایا: وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝۔

مطفف کی تشریح

مسئلہ نمبر 3۔ اہل لغت نے کہا: مطفف، طفیف سے ماخوذ ہے جس کا معنی قلیل ہے۔ مطفف اسے کہتے ہیں جو حق دار کے حق میں کیل اور وزن کے ذریعے کمی کرے۔ زجاج نے کہا: یہ کام کرنے والے کو مطفف کہتے ہیں کیونکہ وہ اس پیمانہ اور ترازو کے ساتھ تھوڑی سی چیز ہی چوری کرتا ہے۔ یہ طف الشئی سے ماخوذ ہے جو اس شئی کی جانب ہوتی ہے۔ یہ لفظ بولا جاتا ہے: طِفاف المكوك، طَفاف المكوك جو اس کے کناروں کو بھر دے اس طرح لفظ بولا جاتا ہے: طف المكوك و طففه۔ حدیث طیبہ میں ہے كلكم بنو آدم طف الصاع لم تملؤه۔ معنی یہ ہے تم ایک دوسرے کے قریب ہو تمہیں ایک دوسرے پر تقویٰ کے بغیر کوئی فضیلت نہیں۔ طفاف اور طفافه سے مراد ہے جو پیمانہ سے بڑھ کر ہو۔ اناء طفاف جب اس کا بھرنا کنارے تک پہنچ جائے تو اس سے یہ فعل ماخوذ کرتا ہے أطففت۔ تطفیف سے مراد ہے پیمانہ میں کمی کرنا وہ یہ کہ کناروں تک نہ بھرا جائے۔ یہ جملہ بولا جاتا ہے: ادهقت الكأس الى اصبارها یعنی میں نے کنارے تک پیالے کو بھر دیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول جب انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گھڑ دوڑ کا ذکر کیا: میں اس روز شاہسوار تھا میں لوگوں پر سبقت لے گیا یہاں تک طفف بی الفرس مسجد بنی زريق میرا گھوڑا مسجد بنی زریق کے برابر ہوا چاہتا تھا۔

مطفف کی اصل حقیقت کیا ہے؟

مسئلہ نمبر 4۔ مطفف اسے کہتے ہیں جو کیل اور وزن میں کمی کرتا ہے جس طرح ہم نے بیان کیا ہے وہ پورا پورا حق نہیں

1۔ المحرر الوجیز، جلد 4، صفحہ 449 2۔ ایضاً

دیتا۔ ابن قاسم نے ابن مالک سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے وَیۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِیۡنَ کی قراءت کی فرمایا: نہ ناپ تول میں کمی کرو نہ ہی ملاوٹ کرو بلکہ پلڑے کو چھوڑ دو اور اس پر کوئی چیز بہاؤ یہاں تک کہ جب وہ پورا ہو جائے تو اپنے ہاتھ کو کھلا چھوڑ دو اور اسے نہ روکو۔ عبدالملک بن ماجشون نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے کناروں پر ہاتھ مارنے سے منع کیا اور فرمایا: ”برکت تو اس کی چوٹی میں ہے“ کہا مجھے خبر پہنچی ہے کہ فرعون کا پیمانہ لوہے کا تھا۔

الَّذِیۡنَ اِذَا اکۡتَالُوۡا عَلَی النَّاسِ یَسۡتَوۡفُوۡنَ ۝ فراء نے کہا: یہاں عَلٰی، من کے معنی میں ہے(1) یہ جملہ بولا جاتا ہے: اکتلت منك یعنی میں نے تجھ سے پورا پورا حق لے لیا، یہ جملہ بولا جاتا ہے: اکتلت ما علیك جو حق تجھ پر لازم تھا میں نے وہ پورا پورا لے لیا ہے۔ زجاج نے کہا: جب وہ لوگوں سے کیل کرتے ہیں تو ان کے خلاف کیل پورا لیتے ہیں (2)۔ معنی یہ ہوگا جب حق لیتے ہیں تو زیادتی سے لیتے ہیں۔ جب دوسروں کو دیں یا ان کے لیے وزن کریں تو اس میں کمی کرتے ہیں جو اپنے لیے پسند کرتے ہیں وہ لوگوں کے لیے پسند نہیں کرتے۔ طبری نے کہا: یہاں علی، عند کے معنی میں ہے۔

وَ اِذَا کَالُوۡہُمۡ اَوۡ وَّزَنُوۡہُمۡ یُخۡسِرُوۡنَ ۝

اس میں دو مسئلے ہیں:

کیل اور وزن سے کیا مراد ہے؟

مسئلہ نمبر 1۔ یعنی جب دوسروں کے لیے کیل اور وزن کرتے ہیں تو یہاں سے لام حذف کر دیا گیا ہے فعل براہ راست مفعول کی طرف متعدی ہے اور اس نے اسے نصب دی ہے اس کی مثل نصحتك اور نصحت لك ہے۔ أمرتك به اور أمرتكه ہے؛ یہ اخفش اور فراء نے بات کہی۔ فراء نے کہا: میں نے ایک بدوی عورت کو یہ کہتے ہوئے سنا جب لوگ واپس لوٹ جائیں گے تو ہم تاجر کے پاس آئیں گے جو آنے والے موسم حج تک ایک مد، دو مد کیل کر کے دے دے گا۔ یہ اہل حجاز اور ان کے مجاور بنو قیس کی لغت ہے۔

زجاج نے کہا: کالوا اور وزنوا پر وقف کرنا جائز نہیں یہاں تک کہ اس کے ساتھ ھم ضمیر ملی ہو۔ کچھ لوگ ایسے ہیں جو اس ضمیر کو تاکید بناتے ہیں اور کالوا اور وزنوا پر وقف کرتے ہیں۔ پہلا نقطہ نظر پسندیدہ ہے کیونکہ فعل اور ضمیر مل کر ایک حرف ہے؛ یہ کسائی کا قول ہے۔ ابو عبید نے کہا: عیسیٰ بن عمر نے انہیں دو حرف قرار دیا اور کالوا اور وزنوا پر وقف کرتا اور ھم یخسرون سے نئی کلام شروع کرتا(3)۔ میرا خیال ہے حمزہ کی قراءت بھی اسی طرح ہے۔ ابو عبید نے کہا: پسندیدہ بات یہ ہے کہ دونوں ایک کلمہ ہوں(4) اس کی دو وجہیں ہیں (۱) خط، اس کی وجہ یہ ہے کہ علماء نے اسے الف کے بغیر لکھا ہے اگر یہ دونوں الگ الگ کلمے ہوتے تو کالوا اور وزنوا الف کے ساتھ لکھے جاتے (۲) یہ جملہ کہا جاتا ہے: کلتك، وزنتك یہ کلت لك اور وزنت لك کے معنی میں ہے یہ عربی کلام ہے جس طرح یہ جملہ بولا جاتا ہے: صدتك و صدت لك میں نے تیرے لیے شکار کیا۔ کسبتك،

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 226
2۔ معالم التنزیل، جلد 5، صفحہ 535
3۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 226
4۔ معالم التنزیل، جلد 5، صفحہ 535

کسبت لك میں نے تیرے لیے کسب کیا۔ اسی طرح شکرتك اور نصحتك ہے اسی طرح کی دوسری مثالیں ہیں۔

یُخْسِرُوْنَ کا معنی ہے وہ کمی کرتے ہیں عرب کہتے ہیں: أخسرتُ الميزان، خسرتُه میں نے اس میں کمی۔ عام قرأت کے مطابق **ھم** ضمیر منصوب ہے اور الناس کی طرف لوٹ رہی ہیں تقدیر کلام یہ ہوگی واذا كالوا الناس أو وزنوهم يخسرون اس میں دو وجہیں ہیں (۱) یہ ارادہ کیا جائے كالوا لهم او وزنوا لهم حرف جار کو حذف کیا گیا اور فعل کو مفعول کے ساتھ ملا دیا جس طرح کہا: ولقد جنيتك اكموا وعساقلا اس سے مراد جنيت لك ہے (۲) مضاف کو حذف مانا جائے اور مضاف الیہ کو مضاف کے قائم مقام رکھا جائے مضاف، مکیل اور موزون ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: اے عجمیو! تم دو امور کے ذمہ دار بنے ہو ان دونوں کی وجہ سے وہ لوگ ہلاک ہوئے جو تم سے پہلے تھے کیل اور وزن۔ عجمیوں کو خاص کیا کیونکہ یہ کیل اور وزن دونوں کو جمع کرتے ہیں دونوں حرموں میں یہ الگ الگ ہیں اہل مکہ وزن کیا کرتے تھے اور اہل مدینہ کیل کیا کرتے تھے۔ دوسری قراءت میں **ھم** ضمیر مبتدا ہونے کی حیثیت سے مرفوع ہے جب وہ لوگوں کے لیے کیل اور وزن کرتے ہیں تو وہ کمی کرتے ہیں یہ تعبیر صحیح نہیں کیونکہ پہلی ضمیر تو لغو ہو جاتی ہے یہ تعبیر اس وقت درست ہوگی اگر اس کے بعد یہ کلام ہوتی واذا كالوهم ينقصون أو وزنوا هم يخسرون۔

کیل و وزن میں کمی کی سزا

مسئلہ نمبر 2۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے: ''پانچ سزائیں پانچ اعمال کے بدلے میں ہیں، کوئی قوم بدعہدی کا ارتکاب نہیں کرتی مگر اللہ تعالیٰ ان پر ان کے دشمنوں کو مسلط کر دیتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر فیصلہ نہیں کرتے مگر ان میں فقر عام ہو جاتا ہے، ان میں بے حیائی عام نہیں ہوتی مگر ان میں طاعون پھیل جاتا ہے، وہ کیل میں کمی نہیں کرتے مگر ان سے نباتات کو روک لیا جاتا ہے اور قحط سالی سے انہیں پکڑ لیا جاتا ہے، وہ زکوٰۃ کو نہیں روکتے مگر اللہ تعالیٰ ان سے بارش کو روک لیتا ہے''۔ اسے ابو بکر بزار اور حضرت مالک بن انس نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے ہم نے اس کا ذکر کتاب ''التذکرہ'' میں کیا ہے۔ مالک بن دینار نے کہا: میں اپنے پڑوسی کے پاس گیا جس کی موت کا وقت قریب تھا وہ کہنے لگا: آگ کے دو پہاڑ، آگ کے دو پہاڑ۔ میں نے کہا: تو کیا کہتا ہے؟ کیا تو ہذیان کہتا ہے؟ اس نے کہا: اے ابو یحییٰ میرے پاس دو پیمانے تھے میں ایک کے ساتھ دیتا اور دوسرے سے لیا کرتا تھا میں اٹھا یہاں تک کہ میں ایک کو دوسرے کے ساتھ مارنے لگا یہاں تک کہ میں نے دونوں کو توڑ دیا اس نے کہا: اے ابو یحییٰ! جب تو نے ایک کو دوسرے سے مارا تو وہ اور بڑھتا گیا وہ اسی تکلیف کی وجہ سے مر گیا۔

عکرمہ نے کہا: میں کیل اور وزن کرنے والے کے بارے میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ جہنم میں ہوگا۔ اصمعی نے کہا: میں نے ایک بدو عورت سے سنا وہ کہہ رہی تھی تو اس سے مروت کو تلاش کر جس کی مروت مکیال کے سروں میں ہو اور اس سے مروت کو تلاش نہ کر جس کی مروت ترازو کی زبان میں ہو؛ یہی حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ عبد خیر نے کہا: حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ ایک آدمی کے پاس سے گزرے جبکہ وہ زعفران کا وزن کر رہا تھا اور ان کو تول رہا تھا تو حضرت علی شیر خدا نے اس کے

ترازو کو الٹ دیا پھر فرمایا: انصاف سے وزن کرو پھر اس کے بعد جو چاہو زائد دے دو۔ گویا پہلے اسے برابری کا حکم دیا تاکہ اس کا عادی ہو جائے اور واجب کو نفل سے الگ کرے۔ نافع نے کہا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما تاجر کے پاس سے گزرتے فرماتے: اللہ سے ڈرو اور ناپ تول پورا کرو بے شک ناپ تول میں کمی کرنے والے کھڑے ہوں گے یہاں تک کہ پسینہ ان کے کانوں کے نصف تک پہنچ رہا ہوگا۔ یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ آئے جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خیبر جا چکے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سباع بن عرفہ کو مدینہ طیبہ پر نائب بنایا ہوا تھا حضرت ابو ہریرہ نے کہا: ہم نے ان کو صبح کی نماز میں پایا انہوں نے پہلی رکعت میں کٓہٰیٰعٓصٓ اور دوسری رکعت میں وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝ کو پڑھا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اپنی نماز میں کہتا ہوں ابو فلاں کے لیے ہلاکت ہو اس کے دو پیمانے تھے جب کسی سے کوئی چیز لیتا تو پوری لیتا اور جب کسی کو کیل کر کے دیتا تو ناقص کے ساتھ دیتا۔

اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

"کیا وہ (اتنا) خیال بھی نہیں کرتے کہ انہیں قبروں سے اٹھایا جائے گا ایک بڑے دن کے لیے جس دن لوگ (جواب دہی کے لیے) کھڑے ہوں گے پروردگار عالم کے سامنے"۔

اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝ وہ ناپ تول میں کمی کرنے پر جس جرأت کا مظاہرہ کرتے ہیں ان پر تعجب اور انکار کا ذکر ہے گویا وہ سوچتے تک نہیں اور نہ ہی گمان کرتے ہیں کہ جو کچھ وہ کر رہے ہیں اس کے بارے میں ان سے پوچھا جائے گا۔ یہاں ظن یقین کے معنی میں ہے یعنی کیا انہیں یقین نہیں اگر انہیں دوبارہ اٹھنے کا یقین ہوتا تو وہ کیل اور وزن میں کمی نہ کرتے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہاں ظن تردد کے معنی میں ہے یعنی اگر وہ یقین نہیں رکھتے تو انہوں نے گمان کیوں نہ کیا یہاں تک کہ وہ تدبر کرتے اور زیادہ محتاط چیز کو اپناتے۔

لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ اس کی شان عظیم ہے اس سے مراد یوم قیامت ہے۔

يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اس کے بارے میں چار مسائل ہیں:

یوم کی اعرابی حیثیت

مسئلہ نمبر 1۔ یوم میں عامل فعل مضمر ہے جس پر مَبْعُوْثُوْنَ فعل دلالت کرتا ہے معنی ہے انہیں اٹھایا جائے گا جس روز لوگ رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے۔ یہ بھی جائز ہے کہ يَوْمَ، لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ سے بدل ہو یہ مبنی ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ محل جر میں ہے کیونکہ اسے غیر منصرف کی طرف مضاف کیا گیا ہے۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ ظرف کی حیثیت سے منصوب ہے یہ جملہ کہا جاتا ہے: اقم الی یوم یخرج فلان یہ یوم کو نصب دے گا اگر اسم کی طرف مضاف کریں تو اسی وقت اسے جر دیتے ہیں وہ کہتے ہیں: اقم الی یوم خروج فلان۔ ایک قول یہ کیا گیا

ہے: کلام میں تقدیم و تاخیر ہے تقدیر کلام یہ ہے انهم مبعوثون یوم یقوم الناس لرب العالمین لیوم عظیم۔

ناپ و تول میں کمی گناہ کبیرہ ہے

مسئلہ نمبر 2۔ عبدالملک بن مروان کے بارے میں مروی ہے کہ ایک بدو نے اسے کہا: مطففین کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے تو نے اس کے بارے میں سن لیا ہے اس نے یہ ارادہ کیا تھا کہ مطففین کے بارے میں یہ سخت وعید متوجہ ہوئی جس کے بارے میں تو نے سن لیا ہے تیرا اپنے بارے میں کیا خیال ہے جبکہ تو مسلمانوں کے اموال بغیر کیل اور وزن کے لے لیتا ہے؟ اس انکار، تعجب، کلمہ ظن، یوم کی عظیم صفت ذکر کرنا یا لوگوں کا اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے اس دن عاجزی کے ساتھ کھڑے ہونا اور اللہ تعالیٰ کی صفت رب العالمین ذکر کرنے میں اس گناہ کی عظمت کے بیان میں بلیغ بیان ہے اور ناپ تول میں کمی کرنے کے بڑے گناہ ہونے کا بیان ہے۔ اس طرح جس میں اس قسم کا ظلم ہو، انصاف کو ترک کیا جائے، عدل و انصاف نہ کیا جائے خواہ یہ صورت لینے میں ہو یا دینے میں ہو بلکہ ہر قول و عمل کی یہی صورت ہوگی۔

ناپ و تول میں کمی کرنے والے کی سزا

مسئلہ نمبر 3۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان تین آیات کو پڑھا تو رونے لگے یہاں تک گر پڑے اور مابعد کی قراءت کرنے سے رک گئے پھر کہا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ”اس روز لوگ رب العالمین کے لیے کھڑے ہوں گے ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہے ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہوں گے جن کا پسینہ ان کے گھٹنوں تک پہنچے گا، ان میں سے کچھ ایسے ہوں گے جن کے کولہوں تک پسینہ پہنچے گا، ان میں سے کچھ ایسے ہوں گے جن کے سینہ تک پسینہ پہنچے گا، ان میں سے کچھ ایسے ہوں گے جن کے کانوں تک پسینہ پہنچے گا یہاں تک کہ ان میں سے ایک اس میں یوں غائب ہو جائے گا جس طرح مینڈک پانی میں غائب ہو جاتا ہے“۔ کچھ لوگوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے: وہ تین سو سال تک اس میں کھڑے رہیں گے۔ کہا: مومنوں کے لیے ایک فرض نماز کے برابر آسان ہو جائے گا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے: لوگ اس روز رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے یہاں تک ان میں سے کوئی پسینہ میں کھڑا ہوگا جو اس کے کانوں کے نصف تک پہنچے گا(1)۔ ان سے ایک روایت یہ مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”وہ سو سال تک کھڑا رہے گا“ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بشیر غفاری سے فرمایا: ”تو اس دن کیا کرے گا جس میں لوگ رب العالمین کے لیے تین سو سال تک کھڑے رہیں گے نہ ان کے پاس کوئی خبر آئے گی اور نہ ہی کوئی حکم دیا جائے گا“(2)۔ حضرت بشیر نے عرض کی: اللہ تعالیٰ کی ذات ایسی ہے جس سے مدد طلب کی جائے۔

میں کہتا ہوں: ہم نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کو ایک مرفوع حدیث ذکر کی ہے جو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی کہ مومن کے معاملہ میں تخفیف کی جائے گی یہاں تک کہ وہ وقت اس فرض نماز سے بھی خفیف ہوگا جو وہ دنیا میں نماز پڑھتا

1۔ صحیح مسلم، کتاب الجنۃ و صفۃ نعیمھا، صفۃ یوم القیامۃ، جلد 2، صفحہ 384
2۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 226

تھا۔ یہ حدیث سأل سائل میں گزر چکی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مومنوں کے اوپر ان کی فرض نماز سے بھی آسان ہوگا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ یہ مقام مومن پر سورج کے ڈھلنے جیسا ہوگا، اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (یونس) خبردار بے شک اللہ تعالیٰ کے دوستوں پر کوئی خوف نہیں اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔ پھر ان کی صفت اس طرح بیان کی: اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ (یونس) جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم اور سخاوت سے ہمیں ان میں سے شامل کردے۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے: النَّاسُ سے مراد حضرت جبریل امین ہیں جو رب العالمین کے لیے کھڑے ہوں گے؛ یہ ابن جبیر کا قول ہے(1)۔ یہ قول حقیقت سے بہت ہی دور ہے کیونکہ ہم نے اس بارے میں روایات ذکر کی ہیں جو صحیح ہیں۔ تیرے لیے وہ احادیث کافی ہیں جو صحیح مسلم، صحیح بخاری اور ترمذی میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "لوگ رب العالمین کے لیے کھڑے ہوں گے ان میں سے کوئی ایسا ہوگا جس کا پسینہ اس کے نصف کانوں تک پہنچے گا" (☆)۔ پھر کہا گیا: یہ قیام وہ ہے جس روز لوگ اپنی قبروں سے اٹھیں گے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: وہ آخرت میں کھڑے ہوں گے بندوں کے ان حقوق کو ادا کرنے کے لیے جو دنیا میں ان کے ذمہ لازم تھے(2)۔ یزید رشک نے کہا: وہ فیصلہ کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑے ہوں گے(3)۔

لوگوں کے کھڑا ہونے کی شرعی حیثیت

مسئلہ نمبر 4۔ رب العالمین کے لیے قیام تو اس کی عظمت اور حق کے مقابلہ میں کوئی وقعت نہیں رکھتا جہاں تک لوگوں کا ایک دوسرے کے لیے کھڑے ہونے کا تعلق ہے تو اس میں علماء کا اختلاف ہے کچھ نے تو اس کو جائز قرار دیا ہے اور کچھ نے اس سے منع کیا ہے یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے لیے اٹھے تھے اور ان سے معانقہ کیا تھا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت کعب بن مالک کے لیے اس روز اٹھے تھے جس روز ان کی توبہ قبول ہوئی تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا تھا جب حضرت سعد بن معاذ انصار کے سامنے آئے تھے: "اپنے سردار کے لیے اٹھو"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا: "جسے یہ بات خوش کرے کہ لوگ اس کے لیے کھڑے ہوں تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے"(4)۔

یہ آدمی کی حالت اور نیت کی طرف لوٹتا ہے اگر وہ انتظار کرے اور اپنے لیے قیام کا اعتقاد رکھے تو یہ ممنوع ہے۔ اگر یہ خوشی کے اظہار اور صلہ رحمی کے لیے ہے تو یہ جائز ہے اور اسباب کے ساتھ خاص ہے جس طرح سفر سے آنا۔

سورۂ یوسف کے آخر میں کچھ بحث گزر چکی ہے۔

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ۝ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 227 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 226

4۔ جامع ترمذی، کتاب الادب، ماجاء فی کراهية قيام الرجل للرجل، جلد 2، صفحہ 100

☆۔ جامع ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب و من سورة ويل للمطففين، حدیث نمبر 3259، ضیاء القرآن پبلی کیشنز

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿١٠﴾ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿١١﴾ وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖۤ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ﴿١٢﴾ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٣﴾

''یہ حق ہے کہ بدکاروں کا نامہ عمل سجین میں ہوگا۔ اور تمہیں کیا خبر کہ سجین کیا ہے۔ یہ ایک کتاب ہے لکھی ہوئی۔ تباہی ہوگی اس روز جھٹلانے والوں کے لیے جو جھٹلاتے ہیں روز جزا کو۔ اور نہیں جھٹلایا کرتا مگر وہی جو حد سے گزرنے والا گناہ گار ہے، جب پڑھی جاتی ہیں اس کے سامنے ہماری آیتیں تو کہتا ہے کہ یہ تو پہلے لوگوں کے افسانے ہیں''۔

كَلَّاۤ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ﴿٧﴾ لغت عرب کے علماء کی ایک جماعت نے کہا: كَلَّا جھڑ کنا اور تنبیہ ہے اس طرز عمل پر جو وہ کیل اور وزن میں جو وہ طرز عمل اپنائے ہوئے ہیں اور آخرت کی جو تکذیب کرتے ہیں یہ کوئی قابل قدر بات نہیں انہیں یہ عمل چھوڑ دینا چاہیے۔ كَلَّا یہ ردع اور زجر کا کلمہ ہے پھر نئی کلام شرع کی فرمایا: اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ۔

حضرت حسن بصری نے کہا: كَلَّا کا معنی حق ہے (1)۔ کچھ لوگوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ كَلَّا کا معنی ہے کیا تم تصدیق نہیں کرتے اس صورت میں لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦﴾ پر وقف ہوگا۔ مقاتل کی تفسیر میں ہے: ان اعمال الفجار۔ کچھ لوگوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ فجار کی روحیں اور اعمال سِجِّيْنٍ میں ہیں۔

ابن ابی نجیح نے مجاہد سے یہ روایت نقل کی ہے کہ سِجِّيْنٍ ساتویں زمین کے نیچے ایک چٹان ہے اسے الٹا جاتا ہے اور تاجروں کی کتاب اس کے نیچے رکھی جاتی ہے (2)؛ اس کی مثل حضرت ابن عباس، قتادہ، سعید بن جبیر، مقاتل اور کعب سے مروی ہے۔ کعب نے کہا: اس کے نیچے کفار کی روحیں ہیں جو ابلیس کے رخسار کے نیچے ہیں (3)۔ کعب سے یہ بھی مروی ہے: سجین سیاہ چٹان ہے جو ساتویں آسمان کے نیچے ہے اس میں ہر شیطان کا نام لکھا ہوا ہے تو کفار کے نفوس وہاں پائے گا۔ سعید بن جبیر نے کہا: سجین ابلیس کے رخسار کے نیچے ہے (4)۔ یحییٰ بن سلام نے کہا: یہ زمین کے نیچے سیاہ پتھر ہے جس میں کفار کی روحوں کے نام لکھے جاتے ہیں (5)۔ عطا خراسانی نے کہا: یہ سب سے نچلی ساتویں زمین ہے اس میں ابلیس اور اس کی ذریت ہے (6)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ کافر کے پاس موت حاضر ہوتی ہے اور اللہ کے فرشتے بھی حاضر ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے اس کافر سے بغض سے اور ان کے اس کافر کے بغض کی وجہ سے یہ طاقت نہیں رکھتے کہ وہ اس کی موت کو موخر کریں یا اس کی موت کو جلدی لائیں یہاں تک کہ اس کی گھڑی آجائے۔ جب اس کی گھڑی آجاتی ہے تو اس کی روح کو قبض کر لیتے ہیں اور اسے عذاب کے فرشتوں کی طرف بلند کرتے ہیں وہ فرشتے اسے وہ کچھ دکھاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ فرشتے اسے بری جزا دکھائیں پھر اسے ساتویں زمین کی طرف نیچے لے جاتے ہیں یہی سجین ہے یہی ابلیس کی ہلاکت کی انتہا ہے وہ اس میں اس کی کتاب کو ثبت کر دیتے ہیں۔

1۔ تفسیر حسن بصری، جلد 5، صفحہ 265 — 2۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 228 — 3۔ ایضاً
4۔ المحرر الوجیز، جلد 5، صفحہ 451 — 5۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 228 — 6۔ معالم التنزیل، جلد 5، صفحہ 536

کعب الاحبار سے اس آیت کی تفسیر میں ایک روایت مروی ہے کہ جب فاجر کی روح قبض کی جاتی ہے اسے آسمان کی طرف لے جایا جاتا ہے آسمان اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیتے ہیں پھر اسے زمین کی طرف اتارا جاتا ہے تو زمین اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیتی ہے تو اسے ساتویں زمین میں داخل کر دیا جاتا ہے یہاں تک کہ اسے سجین تک پہنچا دیا جاتا ہے یہی ابلیس کا رخسار ہے، اس کے لیے سجین سے شیطان کے رخسار کے نیچے سے ایک کاغذ نکالا جاتا ہے اس پر کوئی چیز لکھی جاتی ہے اور ابلیس کے رخسار کے نیچے رکھ دیا جاتا ہے۔ حضرت حسن بصری نے کہا: سجین ساتویں زمین میں ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ ضرب المثل ہے اور اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو رد کر دیتا ہے جن کے بارے میں ان کا گمان تھا کہ وہ انہیں نفع دیں گے۔ مجاہد نے کہا: معنی یہ ہے ان کا عمل جو ساتویں زمین کے نیچے ہے اس میں سے کوئی چیز اوپر نہ آئے گی۔ کہا: سجین ساتویں زمین میں ایک چٹان ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت نقل کی ہے کہ "سجین جہنم میں ایک گڑھا (کنواں) ہے جو کھلا ہوا ہے" (1) سورۂ فلق میں فرمایا: یہ ایک ایسا گڑھا ہے جو اوپر سے ڈھانپ دیا گیا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ سب سے نچلی زمین میں ایک گڑھا ہے (2)۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "سجین ساتویں زمین کا نچلا حصہ ہے"۔ عکرمہ نے کہا: سجین نقصان اور گمراہی ہے جس طرح جس کی قدر و منزلت ختم ہو جائے (3) تو کہتے ہیں: قد زلق بالحضیض۔ ابو عبیدہ، اخفش اور زجاج نے کہا: لَفِیْ سِجِّیْنٍ کا معنی ہے قید میں اور سخت تنگی میں یہ فعیل کا وزن ہے اور سجن سے مشتق ہے جس طرح فسیق اور شریب کہتے ہیں۔

معنی یہ ہوگا ان کی کتاب قید میں ہے۔ اسے ان کی منزل کی خساست پر دلیل بنایا گیا ہے یا اس لیے کہ اسے اعراض اور دور کرنے کے محل سے زجر اور زلت کے محل پر جا اترتا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا: یہ اصل میں سجیل تھا اس کا لام، نون سے بدل دیا گیا ہے یہ گفتگو پہلے گزر چکی ہے۔ زید بن اسلم نے کہا: سجین ساتویں زمین میں ہے اور سجیل ساتویں آسمان میں ہے (4)۔ قشیری نے کہا: سجین یہ سافلین میں ایک جگہ ہے جہاں ان لوگوں کی کتاب کو دفن کیا جائے گا جس طرح مسجون ہوتا ہے یہ ان کے اعمال کی جنائت پر دلیل ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی حقارت پر دلیل بنائی ہے اس وجہ سے کتاب الابرار میں فرمایا: یَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝

وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّیْنٌ ۝ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝ اے محمد! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ وہ چیز نہیں جسے تو اور تیری امت جانتے ہیں پھر اس کی تفسیر بیان کی یہ لکھی ہوئی ہے جس طرح کپڑے میں کوئی چیز رقم ہو اسے نہ بھلایا جاتا ہے اور نہ ہی مٹایا جاتا ہے۔ قتادہ نے کہا: مرقوم کا معنی مکتوب ہے (5)۔ اس کے لیے انسان لکھ دیئے گئے ہیں نہ ان میں کوئی اضافہ ہوگا اور نہ ان میں سے کوئی کم کیا جائے گا۔ ضحاک نے کہا: مرقوم کا معنی ہے جس پر مہر لگی ہوگی (6)۔ یہ حمیر کی لغت میں ہے رقم کا اصل معنی کتابت ہے؛ شاعر نے کہا:

سأرقم فی الماءِ القَراح إلیکُمُ   علی بُعْدِکم إن کان لِلماءِ راقِمُ

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 228 2۔ تفسیر طبری، جز 30، صفحہ 118 3۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 227
4۔ ایضاً 5۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 228 6۔ ایضاً

میں خالص پانی میں تمہاری طرف دوری کے ہوتے ہوئے لکھوں گا اگر پانی پر کوئی لکھنے والا ہوتا۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ۝ میں کوئی ایسی چیز نہیں جو اس امر پر دلالت کرے کہ سجین عربی زبان کا لفظ نہیں جس طرح اَلْقَارِعَةُ ۝ مَا الْقَارِعَةُ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝ میں کوئی ایسی دلیل نہیں کہ یہ عربی زبان کا لفظ نہیں بلکہ یہ سجین کے امر کی تعظیم ہے کتاب کے مقدمہ میں یہ بات گزر چکی ہے۔ الحمدللہ قرآن حکیم میں کوئی غیر عربی نہیں۔

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝ وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝ یعنی قیامت کے دن جھٹلانے والوں کے لیے سختی اور عذاب ہے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے امر کو بیان فرمایا جو حساب، جزا اور لوگوں کے درمیان فیصلہ والے دن کو جھٹلاتے ہیں اس کی وہی تکذیب کرتا ہے جو فاجر ہے، حق سے انحراف کرنے والا ہے، مخلوقات کے ساتھ معاملات کرنے میں مخلوق پر ظلم کرنے والا ہے اور اپنی ذات پر بھی ظلم کرنے والا ہے اللہ تعالیٰ کا امر ترک کرنے میں وہ گنہگار ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ یہ ولید بن مغیرہ، ابوجہل اور اس کے ہمنشینوں کے بارے میں نازل ہوئی۔

اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ عام قراءت تتلی ہے۔ ابوحیوۃ، ابوسماک، اشہب عقیلی اور سلمی کی قراءت اِذا یتلی ہے۔ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ سے مراد ان کی جھوٹی باتیں ہیں جن کو انہوں نے لکھا اور مزین کیا اس کا واحد أسطورۃ اور اسطارہ ہے۔

كَلَّا بَلْ ٜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ۝ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝

"نہیں نہیں درحقیقت زنگ چڑھ گیا ہے ان کے دلوں پر ان کرتوتوں کے باعث جو وہ کیا کرتے تھے۔ یقیناً انہیں اپنے رب (کے دیدار) سے اس دن روک دیا جائے گا۔ پھر وہ ضرور جہنم میں داخل ہوں گے۔ پھر (ان سے) کہا جائے گا: یہی وہ (جہنم) ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے"۔

كَلَّا بَلْ ٜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ کلا یہ ردع اور جھڑکنے کے لیے ہے یعنی یہ پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں نہیں۔ حضرت حسن بصری نے کہا: اس کا معنی حقا ہے یعنی یقیناً ان کے دلوں پر زنگ چڑھ چکا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: ترمذی شریف میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کرتے ہیں کہ "بندہ جب خطا کرتا ہے اس کے دل میں سیاہ نکتہ پڑ جاتا ہے جب وہ اس گناہ کو چھوڑ دے، اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کرے تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے اگر وہ دوبارہ ایسا کرے تو اس میں اضافہ ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اس کے دل پر غالب آ جاتا ہے بس وہی زنگ ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کیا ہے" (1)۔ کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ مفسرین نے اسی طرح کہا ہے: یہ گناہ پر گناہ ہے یہاں تک کہ اس کا دل سیاہ ہو جاتا ہے (2)۔ مجاہد نے کہا: اس سے مراد وہ زنگ ہے گناہ اس کے دل کو گھیر لیتا ہے وہ پھر

1۔ جامع ترمذی، کتاب التفسیر، جلد 2، صفحہ 169-168۔ ایضاً، حدیث 3257، ضیاء القرآن پبلی کیشنز 2۔ زادالمسیر، جلد 4، صفحہ 221

گناہ کرتا ہے گناہ اس کے دل کو گھیر لیتا ہے یہاں تک کہ گناہ اس کے دل کو ڈھانپ لیتے ہیں۔ مجاہد نے کہا: یہ اس آیت کی طرح ہے جو سورۂ بقرہ میں ہے بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً (البقرہ:81) اس کی مثل فراء سے مروی ہے کہا: ان کی نافرمانیاں اور گناہ زیادہ ہو گئے تو اس چیز نے ان کے دلوں کو احاطہ میں لے لیا یہی ان پر زنگ ہے۔ مجاہد سے بھی یہ مروی ہے: دل ہتھیلی کی مانند ہے اور اپنی ہتھیلی کو بلند کیا جب بندہ گناہ کرتا ہے تو وہ بند ہو جاتی ہے اور اپنی انگلی کو بند کر لیا اور جب وہ ایک اور گناہ کرتا ہے تو وہ بند ہوتی ہے اور ایک اور کو بند کیا یہاں تک کہ اپنی تمام انگلیوں کو بند کیا یہاں تک کہ اس کے دل میں مہر لگا دی جاتی ہے۔ کہا: علماء کی رائے ہے۔ یہی زنگ ہے پھر اس آیت کریمہ کی تلاوت کی۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ بکر بن عبد اللہ نے کہا: بندہ جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں سوئی کے چوبھے جیسا داغ بن جاتا ہے پھر جب وہ دوبارہ گناہ کرتا ہے تو پھر اسی طرح ہو جاتا ہے پھر جب گناہ بڑھ جاتے ہیں تو دل چھنی جیسا ہو جاتا ہے وہ کسی چیز کو محفوظ نہیں رکھ سکتا اور نہ اس میں کوئی صالحیت ثبت رہتی ہے۔ اس بارے میں ہم نے سورۂ بقرہ میں گفتگو کی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ اخبار سے مزین ہے اس کے اعادہ کی کوئی ضرورت نہیں۔

عبد الغنی بن سعید نے موسیٰ بن عبد الرحمن سے وہ ابن جریج سے وہ عطاء سے وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح موسیٰ نے مقاتل سے وہ ضحاک سے وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایسی چیز روایت کرتے ہیں جس کی صحت کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے: اس سے مراد وہ موزہ نما جوتا ہے جو دونوں رانوں، پنڈلی اور قدم پر ہوتا ہے یہی جنگ میں پہنا جاتا ہے۔ دوسرے علماء نے کہا: وہ وسوسہ ہے جو انسان کے دل پر کھٹکتا ہے اس تعبیر کے صحیح ہونے کی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

جہاں تک عام اہل تفسیر کا تعلق ہے تو ان کے نزدیک اس کی مراد وہی ہے جو پہلے ذکر ہو چکی ہے یہی اہل لغت کا نقطہ نظر ہے۔ یہ جملہ بولا جاتا ہے: ران علی قلبه ذنبه يَرِين رَيْنًا و رُيُونًا۔ یعنی دل پر زنگ کا غالب آنا۔ ابوعبیدہ نے کہا: ران کا معنی غالب آنا ہے۔ ابوعبید نے کہا: جو چیز تجھ پر غالب آجائے تو اس کے لیے ران بك رانك اور ران عليك کا لفظ استعمال کرنا جائز ہوتا ہے؛ شاعر نے کہا

وَكَمْ رانَ من ذنبٍ على قلب فاجِرٍ(1) کتنے ہی گناہ ہیں جو فاجر کے دل پر غالب آئے۔

رانت الخمر علی عقله شراب اس کی عقل پر غالب آگئی۔

ران علیه النعاس اونگھ اس پر غالب آگئی۔

اس معنی میں اسیفع جہنیہ کے بارے میں حضرت عمر کا قول ہے: فاصبح قد رِيْنَ به۔ یعنی اس نے صبح کی کہ قرضے اس پر غالب آگئے تھے جب کہ وہ قرض لیا کرتا: اس معنی میں ابوزبید کا شعر ہے وہ ایک کا وصف بیان کرتا ہے جس نے شراب پی یہاں تک کہ شراب نشہ کے ذریعے غالب آگئی:

ثم لما راہ رانت بِهِ الخمرُ وأَنْ لا تَرِينَهُ باتقاءِ(2)

1۔ ... جلد 6، صفحہ 229 2۔ المحرر الوجیز، جلد 5، صفحہ 451

پھر جب اسے دیکھا کہ شراب اس پر غالب آچکی ہے اور تقویٰ کے ذریعے غالب نہیں آئے گی۔
اس کا قول ہے: رانت بہ الخمر جس کا معنی ہے شراب اس کی عقل اور دل پر غالب آگئی۔ بغوی نے کہا: قد ارأن القوم فھم مُرِینون اس سے مراد ہے اس قوم کے مویشی ہلاک ہو گئے اور وہ کمزور ہو گئے۔ یہ ایسا امر ہے جو ان پر غالب آگیا وہ اس کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ ابوزید نے کہا: یہ جملہ بولا جاتا ہے قد رِین بالرجل دینا جب کوئی آدمی ایک مصیبت میں جا گرے جس سے نکلنے کی وہ طاقت نہ رکھتا ہو اور نہ ہی اسے برداشت کر سکے۔ ابو معاذ نحوی نے کہا: رین سے مراد ہے اس کا دل گناہوں سے سیاہ ہو جائے۔ طبع کا مطلب ہے کہ دل پر مہر لگا دی جائے یہ رین سے بھی زیادہ سخت ہے۔ اقفال، طبع سے بھی شدید ہے۔ زجاج نے کہا: رین سے مراد وہ زنگ ہے جو دل کو ڈھانپ لیتا ہے جس طرح باریک بادل ہوتا ہے اس کی مثل غین ہے یہ جملہ بولا جاتا ہے: غِینَ علی قلبہ یعنی اسے ڈھانپ لیا گیا۔ غین سے مراد گھنے درخت ہیں، اس کا واحد غیناء ہے یعنی سرسبز جس کے پتے بہت زیادہ ہوں، ٹہنیاں ایک دوسرے میں پیوست ہوں۔ فراء کا قول گزر چکا ہے کہ اس سے مراد گناہوں کا دلوں کو احاطہ میں لے لینا۔ ثعلبی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے: مَانَ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ ان کے دلوں کو ڈھانپ لیا۔ یہی قول صحیح ہے۔ ان شاء اللہ۔

حمزہ، کسائی، اعمش، ابوبکر اور مفضل نے مَانَ کو امالہ کے ساتھ پڑھا ہے کیونکہ فعل کا فاء کلمہ راء ہے اور عین کلمہ الف ہے جو یاء سے بدلا ہوا ہے اس وجہ سے اس میں امالہ اچھا ہے۔ جس نے فتحہ دیا تو وہ اپنے اصل پر ہے کیونکہ فعل کا فاء کلمہ مفتوح ہے جس طرح کال، باع، وغیرہ۔ ابوعبید اور ابوحاتم نے اسے ہی پسند کیا ہے حفص نے بَلْ پر وقف کیا پھر مَانَ سے ابتدا کی وقف کرتے ہوئے وہ لام کو واضح کرتا ہے، سکتہ کے لیے نہیں۔

كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَىِٕذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۝ یہ حق ہے کہ اس روز کفار کو ان کے رب سے روک دیا جائے گا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ کَلَّآ بھی جھڑکنے کے لیے ہے یعنی بات اس طرح نہیں جس طرح وہ کہتے ہیں بلکہ انہیں ان کے رب سے روک لیا جائے گا۔ زجاج نے کہا: اس آیت میں دلیل ہے کہ قیامت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا اگر یہ بات اس طرح نہ ہوتی تو اس میں کچھ فائدہ نہ ہوتا اور نہ ہی کفار کے لیے اس میں خست کا بیان ہوتا (1)۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربھا ناظرۃ (الواقعہ: 23) اس دن کچھ چہرے تروتازہ ہوں گے جو اپنے رب کا دیدار کر رہے ہوں گے۔ یہ بات ذہن نشین کر لو کہ مومن اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے اور کفار اپنے رب سے حجاب میں ہوں گے۔ حضرت مالک بن انس نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: جب اللہ تعالیٰ نے کفار کو اپنے دیدار سے محروم رکھا انہوں نے دیدار نہ کیا تو اپنے اولیاء کے لیے ظاہر ہوا یہاں تک کہ انہوں نے اپنے رب کا دیدار کر لیا (2)۔ امام شافعی نے کہا: جب اللہ تعالیٰ نے ناراضگی کی وجہ سے ایک قوم سے حجاب فرمایا تو یہ چیز اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ ایک قوم خوشنودگی کی صورت میں اپنے رب کا دیدار کرے گی (3)۔ پھر کہا: اللہ کی قسم! اگر محمد بن ادریس کو اس امر کا یقین نہ ہوتا کہ وہ اپنے رب کا دیدار کرے گا تو وہ دنیا میں اس کی عبادت نہ کرتا۔

1۔ زاد المسیر، جلد 4، صفحہ 222 2۔ ایضاً 3۔ المحرر الوجیز، جلد 5، صفحہ 452

حسین بن فضل نے کہا: جب دنیا میں انہیں نور توحید سے حجاب میں رکھا تو آخرت میں انہیں رؤیت سے محروم رکھے گا (1)۔ مجاہد نے لَمَحْجُوْبُوْنَ کی یہ وضاحت کی ہے کہ انہیں الله تعالیٰ عزت اور رحمت سے محروم رکھے گا۔ قتادہ نے کہا: الله تعالیٰ ان کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا، انہیں پاکیزہ نہیں کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ پہلی تعبیر ہی جمہور کا نقطہ نظر ہے کہ انہیں دیدار سے محروم رکھا جائے گا وہ اس کا دیدار نہ کریں گے۔

ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ﴿۱۶﴾ وہ اس میں ہی رہیں گے اس سے باہر نہ نکلیں گے فرمایا: جب بھی ان کے چمڑے پک جائیں گے ہم ان کے چمڑے بدل دیں گے فرمایا: اور جب کبھی وہ آگ ٹھنڈی ہوگی ہم اس کو مزید بھڑکا دیں گے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: جحیم جہنم کا چوتھا دروازہ ہے۔

ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۷﴾ پھر جہنم کے داروغے انہیں کہیں گے: یہ وہی چیز ہے جس کے بارے میں تم الله کے رسولوں کو دنیا میں جھٹلایا کرتے تھے۔

كَلَّاۤ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ﴿۱۸﴾ وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ﴿۱۹﴾ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴿۲۰﴾ يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۱﴾

"یہ حق ہے نیکوکاروں کا صحیفہ عمل علیین میں ہوگا۔ اور تمہیں کیا خبر کہ علیون کیا ہے۔ یہ ایک لکھی ہوئی کتاب ہے (حفاظت کے لیے) دیکھتے رہتے ہیں اسے مقربین"۔

كَلَّاۤ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ﴿۱۸﴾ كَلَّا یہ حقا کے معنی میں ہے اور وقف تُكَذِّبُوْنَ پر ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: بات اس طرح نہیں جس طرح وہ کہتے ہیں اور نہ ہی بات اس طرح ہے جس طرح انہوں نے گمان کیا بلکہ ان کی کتاب سجین میں ہے اور مومنین کی کتاب علیین میں ہے۔ مقاتل نے کہا: اس کا معنی ہے وہ اس عذاب پر ایمان نہیں لائیں گے جس میں وہ داخل ہوں گے پھر نئی کلام شروع کی اور فرمایا کہ ابرار کی کتاب اس کے مرتبہ کے مطابق علیین میں بلند کر دی گئی ہے (2)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: علیین سے مراد جنت ہے (3)۔ ان سے یہ بھی منقول ہے: ان کے اعمال کتاب الله میں ہیں جو آسمان میں ہے۔ ضحاک، مجاہد اور قتادہ نے کہا: یعنی ساتویں آسمان میں جس میں مومنوں کی روحیں ہیں (4)۔ ابن اجلح نے ضحاک سے روایت نقل کی ہے: اس سے مراد سدرۃ المنتہیٰ ہے الله تعالیٰ کے امور میں سے ہر چیز یہاں آ کر رک جاتی ہے اس سے آگے تجاوز نہیں کرتی (5) وہ کہتے ہیں: اے میرے رب! تیرا فلاں بندہ ہے جب کہ الله تعالیٰ اس کے بارے میں ان سے زیادہ جانتا ہے اس کی طرف الله تعالیٰ کی جانب سے کتاب آئی ہے جس پر عذاب سے امن کی مہر ہوتی ہے الله تعالیٰ کے اس فرمان کا یہی مطلب ہے۔

کعب الاحبار سے مروی ہے: مومن کی روح جب قبض کی جاتی ہے اسے آسمان کی طرف لے جایا جاتا ہے اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں فرشتے خوشخبری دیتے ہوئے اسے وصول کرتے ہیں پھر اسے لے کر نکلتے ہیں

1۔ معالم التنزیل، جلد 5، صفحہ 538 2۔ ایضاً 3۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 229 4۔ ایضاً 5۔ ایضاً

یہاں تک کہ وہ عرش تک جا پہنچتے ہیں ان کے لیے تخت کے نیچے سے ایک ورقہ نکلتا ہے اس کے اوپر تحریر کیا جاتا ہے اور اس میں یہ مہر لگائی جاتی ہے کہ قیامت کے روز اس کے لیے نجات ہے اور مقرب اس پر گواہی دیں گے۔ قتادہ نے یہ بھی کہا: علیین سے مراد ساتویں آسمان کے اوپر اور عرش کے دائیں پائے کے پاس ہے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''عِلِّيُّوْنَ ساتویں آسمان میں عرش کے نیچے ہے''(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: اس سے مراد وہ لوح ہے جو سبز زبرجد کی ہے، عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی ہے۔ ان کے اعمال اس میں لکھے ہوئے ہیں (2)۔

فراء نے کہا: عِلِّيُّوْنَ سے مراد بلندی کے بعد بلندی ہے (3)۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: عِلِّيُّوْنَ سے مراد بلند ترین مکان ہے (4)۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس سے مراد ایسی بلندی جو کئی گنا بلندیوں میں ہو، گویا اس کی کوئی انتہا نہیں۔ اس وجہ سے اس کی جمع واؤ نون کے ساتھ ذکر کی گئی ہے۔ طبری کے قول کا بھی یہی معنی ہے۔ فراء نے کہا: یہ ایسا اسم ہے جو جمع کے وزن پر بنایا گیا ہے اس کا لفظی طور پر کوئی واحد نہیں جس طرح عشرون، ثلاثون۔ عرب جب جمع بناتے ہیں اور اس کے واحد کا کوئی صیغہ نہ ہو اور نہ ہی اس کا کوئی تثنیہ ہو تو وہ مذکر و مونث دونوں میں نون لگاتے ہیں۔ طبری کے قول کا بھی یہی معنی ہے۔

زجاج نے کہا: اس اسم کا اعراب جمع کے اعراب کی طرح ہے جس طرح تو کہتا ہے: ھذہ قنسرون، رأیت قنسرین۔

یونس نحوی نے کہا: اس کا واحد علی اور علیۃ ہے۔ ابو الفتح نے کہا: علیین، علی کی جمع ہے یہ علو سے فعیل کا وزن ہے طریقہ تو یہ تھا کہ علیۃ ہوتا جس طرح انہوں نے غرفہ کے لیے علیۃ کا لفظ ذکر کیا کیونکہ یہ علو سے مشتق ہے جب علیۃ سے تاء کو حذف کیا اس کے عوض میں واؤ نون جمع کے لیے ذکر کیا جس طرح وہ ارضین میں کہتے ہیں۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے: عِلِّيِّيْنَ یہ ملائکہ کی صفت ہے کیونکہ وہی ملاء اعلیٰ ہیں جس طرح کہا جاتا ہے: فلان فی بنی فلان یعنی فلاں آدمی فلاں میں سے ہے یا ان کے ہاں رہتا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے جو مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ ''اہل علیین اتنی دور سے جنتیوں کو دیکھیں گے جب اہل علیین میں سے کوئی جنتیوں پر جھانکے گا تو اس کے چہرے کے نور سے جنت روشن ہو جائے گی جنتی کہیں گے: وہ نور کیا ہے؟ تو کہا جائے گا: اہل علیین جو اہل طاعت اور صدق ہیں ان میں سے ایک آدمی نے جھانکا ہے جس طرح روشن ستارے کو آسمان کے افق میں دیکھا جاتا ہے''(5) یہ روایت اس امر پر دلالت کرتی ہے عِلِّيِّيْنَ بلند جگہ کا نام ہے کچھ لوگوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عِلِّيِّيْنَ روایت نقل کی ہے کہ خبر دی گئی ہے کہ ان کے اعمال اور ارواح چوتھے آسمان میں ہوں گے۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ﴿۱۹﴾ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴿۲۰﴾ يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۱﴾ اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو کس چیز نے بتایا کہ عِلِّيُّوْنَ کیا ہے؟ یہ سوالیہ انداز اس کے مقام و مرتبہ کو ظاہر کرنے کے لیے ہے پھر اس کی تفسیر بیان کی۔

1۔ المحرر الوجیز، جلد 5، صفحہ 452   2۔ معالم التنزیل، جلد 5، صفحہ 538

3۔ زاد المسیر، جلد 4، صفحہ 222   4۔ ایضاً

5۔ سنن ابی داؤد، کتاب العتق، باب الحروف والقرات، جلد 2، صفحہ 198

كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝ یہ علیین کی تفسیر نہیں بلکہ عِلِّیُّوْنَ پر کلام مکمل ہو جاتی ہے (1) پھر ابتدا کی اور فرمایا: كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ یعنی ابرار کی کتاب رقم شدہ کتاب ہے۔

روایت بیان کی گئی ہے کہ فرشتے بندے کے عمل کو لے کر اوپر چڑھتے ہیں وہ اس کا استقبال کرتے ہیں جب وہ اسے لے کر وہاں تک پہنچتے ہیں جہاں تک اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اللہ تعالیٰ ان کی طرف وحی کرتا ہے: تم میرے بندے پر محافظ تھے اور میں اس کے دل پر نگاہ رکھے ہوئے تھا اس نے میرے لیے اپنے عمل کو خالص نہیں کیا اسے سجین میں رکھ لو۔ ہر آسمان کے مقرب فرشتے ابرار کے عمل پر گواہی دیں گے۔ وہب اور ابن اسحاق نے کہا: یہاں مقربون سے مراد حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں جب مومن نیکی کا عمل کرتا ہے تو فرشتے صحیفہ کو اوپر اٹھاتے ہیں اس کا نور ہوتا ہے جو آسمانوں میں چمکتا ہے جس طرح زمین میں سورج کا نور چمکتا ہے یہاں تک کہ وہ اسرافیل تک اسے پہنچا دیں گے وہ اس صحیفہ پر مہر لگا دے گا اور لکھے گا: یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہے يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝ ان کی کتابت کی وہ گواہی دے گا۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۝ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ۝ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ۝ يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ۝ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ؕ وَ فِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ۝ وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ۝ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ۝

"بے شک نیکو کار راحت اور آرام میں ہوں گے، پلنگوں پر بیٹھے مناظر جنت کا نظارہ کر رہے ہوں گے، آپ پہچان لیں گے ان کے چہروں پر راحتوں کی شگفتگی۔ انہیں پلائی جائے گی سربمہر خالص شراب اس کی مہر کستوری کی ہوگی اس کے لیے سبقت لے جانے کی کوشش کریں سبقت لے جانے والے۔ اس میں تسنیم کی آمیزش ہوگی یہ وہ چشمہ ہے جس سے صرف مقربین پئیں گے"۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۝ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ۝ ابرار سے مراد اہل صدق اور اہل طاعت ہیں۔ نَعِيْمٍ سے مراد نعمت ہے نعمت جب نون کے فتحہ کے ساتھ ہو تو اس کا معنی تنعیم ہوتا ہے یہ جملہ بولا جاتا ہے: نَعَّمَهُ الله ناعمه الله فتنعم۔ امراة مُنَعَّمَةٌ، مناعمة۔ نیک لوگ جنتوں میں لطف اندوز ہو رہے ہوں گے۔ ارائك سے مراد خیموں میں پلنگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے عزتیں مقرر کی ہوئی ہیں انہیں دیکھ رہے ہوں گے؛ یہ عکرمہ، ابن عباس اور مجاہد کا نقطہ نظر ہے۔ مقاتل نے کہا: وہ جہنمیوں کو دیکھیں گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ اپنے دشمنوں کو جہنم میں دیکھیں گے (2)؛ یہ مہدوی نے ذکر کیا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس کے فضل و احسانات کے پلنگوں پر ہوں گے جو اس کے چہرے اور جلال و مرتبہ کو دیکھ رہے ہوں گے۔

تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ۝ نَضْرَةَ سے مراد رونق اور نور ہے یہ جملہ بولا جاتا ہے: نضر النبات جب وہ کلیاں نکالے۔ عام قرأت تعرف ہے اور نضرہ منصوب ہے یعنی اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم آپ پہچان لیں گے۔ ابو جعفر بن قعقاع، یعقوب، شیبہ اور ابن ابی اسحاق نے تُعرف پڑھا ہے۔ یہ مجہول کا صیغہ ہے، نضرہ مرفوع ہے۔

1۔ معالم التنزیل، جلد 5، صفحہ 538 2۔ المحرر الوجیز، جلد 5، صفحہ 453

يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ انہیں ایسی شراب سے پلایا جائے گا جس میں کوئی ملاوٹ نہیں ہوگی؛ یہ اخفش اور زجاج کا قول ہے(1)۔ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس سے مراد صاف شراب ہے(2)۔صحاح میں ہے: رَّحِيْقٍ سے مراد عمدہ شراب ہے معنی ایک ہی ہے۔خلیل نے کہا: اس سے مراد سب سے صاف اور عمدہ شراب ہے۔مقاتل اور دوسرے علماء نے کہا: اس سے مراد اعلیٰ، سفید اور ملاوٹ سے صاف شراب ہے۔حضرت حسان بن ثابت نے کہا:

يَسْقون مَنْ وَرَدَ البريصَ عليهِمُ		بَرَدَى يُصَفَّق بالرحيقِ السلسلِ(3)

جو آدمی بریص کے مقام پر ان کے پاس وارد ہوتا ہے وہ اسے بردی کا پانی پلاتے ہیں جس میں خالص شراب کی آمیزش ہوتی ہے۔

مَّخْتُوْمٍ ﴿ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ مجاہد نے کہا: آخری گھونٹ جس پر وہ اسے ختم کرے گا وہ کستوری ہوگی۔ایک قول یہ کیا گیا ہے: جب وہ شراب پئیں گے تو پیالہ میں جو کچھ ہوگا وہ ختم ہو جائے گا تو اس کا اختتام کستوری کے خاتمہ کے ساتھ ہوگا۔حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: وہ اس کے بعد کستوری کا ذائقہ پائیں گے؛ اس کی مثل سعید بن جبیر اور ابراہیم نخعی کا قول ہے دونوں نے کہا: خِتٰمُهٗ سے مراد اس کے ذائقہ کا آخر ہے۔یہ تعبیر اچھی ہے کیونکہ مشروبات میں عام معمول یہ ہے کہ اس کے آخر میں گدلا پن ہوتا ہے۔جنتی لوگوں کے مشروب کی خصوصیت یہ ہوگی کہ اس کے آخر میں خوشبو کستوری کی خوشبو ہوگی۔

مسروق نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ مَّخْتُوْمٍ کا معنی ملا ہوا ہے۔ایک قول یہ کیا گیا ہے: مَّخْتُوْمٍ کا معنی یہ ہے اس کو اس چیز میں محفوظ کر دیا گیا ہے کہ اسے کوئی مس کرنے والا مس کرے یہاں تک کہ اس کا خاتمہ ابرار جیسا ہو۔حضرت علی، علقمہ، شقیق، ضحاک، طاؤس اور کسائی نے اسے خاتمة پڑھا ہے یہی علقمہ کا قول ہے کیا تو نے عورت کو نہیں دیکھا جو عطار کو کہتی ہے: اجعل خاتمه مسكا یہاں بھی وہ خِتٰمُهٗ سے مراد آخر لیتے ہیں خِتٰمُهٗ اور ختام دونوں معنی میں قریب قریب ہیں مگر خاتم اسم ہے اور ختام مصدر ہے؛ یہ فراء کا قول ہے۔صحاح میں ہے: ختام سے مراد وہ مٹی ہے جس کے ساتھ مہر لگائی جاتی ہے؛ مجاہد اور ابن زید نے یہی کہا ہے یعنی مٹی کی جگہ اس پر کستوری کی مہر لگائی گئی ہے۔مہدوی نے یہی حکایت بیان کی ہے۔اعمش نے کہا: وأبرزها وعليها ختم میں اسے کھولتا ہوں تو اس پر مہر لگی مٹی ہوتی ہے جس طرح نقض، منقوض کے معنی میں ہوتا ہے اور قبض، مقبوض کے معنی میں ہوتا ہے۔ابن مبارک اور ابن وہب نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے جب کہ الفاظ ابن وہب کے ہیں: ختامه مسك کا معنی ہے اس میں کستوری کی آمیزش ہوتی ہے اس سے مراد وہ مہر نہیں جس کے ساتھ مہر لگائی جاتی ہے کیا تو اپنی عورتوں میں سے کسی کو نہیں دیکھتا اس میں فلاں فلاں خوشبو کی آمیزش ہے اس میں کستوری کی آمیزش ہوگی کہا: اس سے مراد وہ سفید شراب ہے جو چاندی کی طرح ہوتی ہے جس کے ساتھ وہ آخری مشروب کو ملاتے ہیں اگر اہل دنیا سے کوئی آدمی اپنا ہاتھ اس میں داخل کرے پھر اس سے باہر نکالے تو کوئی ذی روح شئی باقی نہ رہے مگر اس کی خوشبو پائے۔

1۔زاد المسیر، جلد 4، صفحہ 223		2۔تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 230		3۔ایضاً

حضرت ابی بن کعب نے روایت نقل کی کہ عرض کی گئی: یارسول اللہ! یہ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ کیا ہے؟ فرمایا: ''شراب کے تالاب''۔ ایک قول یہ کیا گیا: برتنوں میں مہر لگی ہوگی یہ اس سے مختلف ہے جو نہروں میں چلتی ہے۔

وَ فِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ﴿۲۶﴾ ہم نے جنت کی جو صفت ذکر کی ہے اس میں رغبت رکھنے والوں کو رغبت رکھنی چاہیے یوں باب چلایا جاتا ہے نَفِسْتُ علیه الشیٔ أَنْفِسه نفاسةً یعنی میں نے اس کے بارے میں بخل سے کام لیا اور میں نے یہ پسند نہ کیا کہ وہ چیز اس کی طرف جائے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ فی، الی کے معنی میں ہے یعنی عمل میں جلدی کرنے والوں کو اس کی طرف جلدی کرنی چاہیے اس کی مثل یہ ارشاد ہے: لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ (الصافات) اس کی مثل عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے۔

وَ مِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ﴿۲۷﴾ اس خالص شراب میں تسنیم کی آمیزش ہے۔ تسنیم وہ شراب ہے جو اوپر سے ان کی طرف انڈیلی جائے گی۔ یہ جنت میں سب سے اعلیٰ شراب ہے۔ تسنیم کا لغت میں معنی بلند ہونا ہے یہ چشمے کا پانی ہے جو بلندی سے پستی کی طرف آتا ہے اس سے سنام البعیر ہے یہ بدن سے بلند ہوتی ہے اس طرح تسنیم القبور کا لفظ استعمال ہوتا ہے کہان نما قبر۔ حضرت عبداللہ سے مروی ہے کہ تسنیم جنت میں ایک چشمہ ہے جس کا خالص پانی مقرب لوگ پییں گے(1)۔ اور اصحاب یمین کے جاموں میں اس میں سے کچھ چیز ملائی جائے گی تو وہ مشروب عمدہ اور خوشبودار ہو جائے گا۔ حضرت ابن عباس نے وَ مِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ﴿۲۷﴾ کے بارے میں فرمایا: یہی وہ چیز ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ (السجدہ: 17) کوئی نفس نہیں جانتا جو ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک مخفی رکھی گئی ہے(2)۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: تسنیم ایسا چشمہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہوا میں چلتا ہوگا۔ وہ جنتیوں کے برتنوں میں اس قدر پڑے گا جس قدر ان میں گنجائش ہوگی جب برتن بھر جائے گا تو پانی رک جائے گا اس میں سے قطرہ بھر پانی زمین پر نہیں گرے گا۔ وہ پانی طلب کرنے کے محتاج نہ ہوں گے؛ یہ قتادہ نے کہا ہے۔ ابن زید نے کہا: ہمیں یہ خبر پہنچی ہے وہ ایک چشمہ ہے جو عرش کے نیچے سے نکلتا ہے۔ حضرت حسن بصری کی مراسیل میں اسی طرح ہے۔ ہم نے اس کا ذکر سورۃ الانسان میں کیا ہے۔

عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۸﴾ اسے خالص جنت عدن کے مکین پییں گے یہ جنتیوں میں سے سب سے فضلیت والے ہیں جب کہ دوسروں کو اس کا آمیزہ ملے گا۔ عَيْنًا یہ بطور مدح منصوب ہے۔ زجاج نے کہا: یہ تسنیم ہے بطور حال منصوب ہے تسنیم معرفہ ہے اس کا کوئی اشتقاق معروف نہیں اگر تو اسے مصدر بنائے اور سنام سے مشتق مانے تو عینا اس کی وجہ سے منصوب ہوگا کیونکہ یہ اس کا مفعول بہ ہوگا جس طرح اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ﴿۱۴﴾ يَّتِيْمًا (البلد) میں یتیما مفعول بہ کی وجہ سے منصوب ہے؛ یہ فراء کا قول ہے کہ عینا، تسنیم کی وجہ سے منصوب ہے۔ اخفش کے نزدیک یہ یسقون کی وجہ سے منصوب ہے تقدیر کلام یوں ہوگی یسقون عینا أو من عین۔ مبرد کے نزدیک اعنی فعل کی وجہ سے بطور مدح منصوب ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَ اِذَا مَرُّوْا بِهِمْ

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 231 2۔ معالم التنزیل، جلد 5، صفحہ 540

یَتَغَامَزُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَ اِذَا انْقَلَبُوْۤا اِلٰۤى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَ اِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْۤا اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ﴿۳۲﴾ وَ مَاۤ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ ﴿۳۳﴾ فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ ﴿۳۴﴾ عَلَى الْاَرَآىِٕكِ ۙ يَنْظُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾

''جو لوگ جرم کیا کرتے تھے وہ اہل ایمان پر ہنسا کرتے تھے۔ اور جب ان کے قریب سے گزرتے تو آپس میں آنکھیں مارا کرتے۔ اور جب اپنے اہل خانہ کی طرف لوٹتے تو دل لگیاں کرتے واپس آتے، اور جب مسلمانوں کو دیکھتے تو کہتے: یقیناً یہ لوگ راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں حالانکہ وہ اہل ایمان پر محافظ بنا کر تو نہیں بھیجے گئے تھے پس آج مومنین کفار پر ہنس رہے ہیں (عروسی) پلنگوں پر بیٹھے (کفار کی خستہ حالی کو) دیکھ رہے ہیں۔ کیوں کچھ بدلہ ملا کفار کو (اپنے کرتوتوں کا) جو وہ کیا کرتے تھے''۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَ اِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ ﴿۳۰﴾ کفار دنیا میں مومنوں کے ساتھ جو مذاق کیا کرتے تھے اس کا ذکر ہے مراد قریش کے مشرک رؤساء ہیں کچھ لوگوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ اس سے مراد ولید بن مغیرہ، عقبہ بن ابی معیط، عاص بن وائل، اسود بن عبد یغوث، عاص بن ہشام، ابوجہل اور نضر بن حارث ہے۔ یہی لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ حضرت عمار، حضرت خباب، حضرت صہیب اور حضرت بلال کا مذاق اڑایا کرتے تھے (1) جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کے لیے ان کے پاس سے گزرتے؛ وہ ایک دوسرے کو آنکھوں سے اشارہ کیا کرتے تھے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: وہ اسلام کی وجہ سے انہیں عار دلاتے اور ان پر عیب لگایا کرتے۔ یہ جملہ بولا جاتا ہے: غمزت الشئ بیدی میں نے اس چیز کو اپنے ہاتھ سے ٹٹولا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرتے تو مجھے اپنے ہاتھ سے دباتے تو میں اپنا پاؤں سمیٹ لیتی۔ یہ سورۂ نساء میں گزر چکا ہے۔

غمزتہ بعینی میں نے اسے آنکھ سے اشارہ کیا، اس پر عیب لگایا۔ وما فی فلان غمزۃ اس میں کوئی عیب نہیں۔ مقاتل نے کہا: یہ آیت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حق میں نازل ہوئی جو مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو منافقوں نے ان کا مذاق اڑایا اور ان پر ٹھٹھا کیا۔

وَ اِذَا انْقَلَبُوْۤا اِلٰۤى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ﴿۳۱﴾ جب وہ اپنے اہل اور ساتھیوں کی طرف لوٹتے تو خوش خوش لوٹتے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: جس کفر پر وہ ہیں اس پر خوشی کا اظہار کرتے اور مومنوں کے ذکر سے لطف اندوز ہوتے (2)۔ ابن قعقاع، حفص، اعرج اور سلمی نے کہا: فکھیں الف کے بغیر ہے جب کہ باقی قراء نے اسے الف کے ساتھ پڑھا ہے۔ فراء نے کہا: یہ دونوں لغتیں ہیں جیسے طَمِعٌ، طامِعٌ، حذِر، حاذِر۔ سورۃ الدخان میں یہ گزر چکا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: الفکہ کا معنی

1۔ زاد المسیر، جلد 4، صفحہ 224 2۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 232

ہے حد درجہ حریص اور تکبر کرنے والا اور الفاکہ کا معنی ہے لطف اندوز ہونے والا۔

وَ اِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْۤا اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ۝ جب یہ کفار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو دیکھتے تو کہتے: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں گمراہ ہو گئے ہیں۔

وَ مَاۤ اُرْسِلُوْا عَلَیْهِمْ حٰفِظِیْنَ۝ انہیں مومنوں کے اعمال کا محافظ، ان کے احوال پر نگران اور ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا گیا تھا۔

فَالْیَوْمَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ یَضْحَكُوْنَ۝ یعنی قیامت کے روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والے کفار پر ہنسیں گے جس طرح کفار دنیا میں ان پر ہنسا کرتے تھے۔ اس کی مثل سورۃ المومنین میں گزر چکی ہے۔

ابن مبارک نے یہ ذکر کیا ہے کہ محمد بن بشار نے قتادہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہا: ہمارے سامنے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ کعب کہا کرتے تھے کہ جنت اور دوزخ کے درمیان ایک روشن دان ہے جب مومن ارادہ کرے گا(1) کہ دنیا میں جو اس کا دشمن تھا اس کو دیکھے تو وہ اس روشن دان سے جھانکے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک اور آیت میں ارشاد فرمایا: فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِیْ سَوَآءِ الْجَحِیْمِ۝ (الصافات) اس پر جھانکا تو اسے جہنم میں دیکھا۔ کہا: یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ اس نے جھانکا تو قوم کی کھوپڑیوں کو کھولتے ہوئے دیکھا۔ ابن مبارک نے یہ بھی ذکر کیا ہے کلبی نے ابو صالح سے اللہ تعالیٰ کے فرمان اَللّٰهُ یَسْتَهْزِئُ بِهِمْ (البقرہ:15) اللہ تعالیٰ انہیں ان کے استہزاء کی سزا دیتا ہے، کے بارے میں روایت نقل کی کہ جہنمی جہنم میں ہوں گے تو انہیں کہا جائے گا: باہر نکلو تو ان کے لیے جہنم کے دروازے کھول دیئے جائیں گے جب وہ دیکھیں گے کہ دروازے کھول دیئے گئے ہیں تو وہ نکلنے کے لیے ان دروازوں کی طرف بڑھیں گے جب کہ مومن پلنگوں پر بیٹھے ہوں گے جب وہ دروازے تک پہنچیں گے تو ان پر دروازے بند کر دیئے جائیں گے اللہ تعالیٰ کے فرمان: اَللّٰهُ یَسْتَهْزِئُ بِهِمْ کا یہی مصداق ہے۔ جب ان کے لیے دروازے بند کر دیئے جائیں گے تو ان پر مومن ہنسیں گے۔ اللہ کے اس فرمان: فَالْیَوْمَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ یَضْحَكُوْنَ۝ کا یہی مصداق ہے۔

هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ۝ یہ سورۂ بقرہ کے آغاز میں پہلے گزر چکا ہے هَلْ ثُوِّبَ کا معنی ہے جب کفار کے ساتھ یہ معاملہ کیا جائے گا تو دنیا میں جو وہ مومنوں کے ساتھ مذاق کیا کرتے تھے کیا اس کا انہیں بدلہ دے دیا گیا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ یَنْظُرُوْنَ کے متعلق ہے وہ دیکھیں گے کیا کفار کو بدلہ دے دیا گیا ہے(2)؟ هَلْ کا معنی تقریر ہو گا اس کا محل یَنْظُرُوْنَ کے ساتھ نصب ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ جملہ مستانفہ ہے جس کا اعراب میں کوئی محل نہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہاں قول مضمر ہے معنی ہو گا مومن ایک دوسرے کو کہیں گے: کیا کفار کو بدلہ دے دیا گیا: یہ ثَابَ، یَثُوْبُ سے مشتق ہے جس کا معنی لوٹنا ہے ثواب اسے کہتے ہیں جو بندے کے عمل کے عوض بندے کی طرف لوٹتا ہے اس کا استعمال خیر اور شر دونوں معنوں میں ہوتا ہے۔

1۔ معالم التنزیل، جلد 5، صفحہ 541　　2۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 232